ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

منطق الطیر میں اخلاقِ نبوی ﷺ کی شعری تشکیل اور قاری کی اخلاقی و فکری تربیت: تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

The Poetic Formation of Prophetic Ethics and the Moral-Intellectual Formation of the Reader in *Manṭiq al-Ṭayr*: A Research and Analytical Study

1. Dr. Hafiz Mansoor Ahmad (Corresponding Author)
Assistant Professor, Department of Persian Language and Literature, University of Sargodha (UOS), Sargodha, Pakistan.
Email: mansoor.ahmad@uos.edu.pk
2. Ishrat Batool
M.Phil, Department of Persian Language and Literature, University of Sargodha (UOS), Sargodha, Pakistan.
Email: askarikhan5200@gmail.com
3. Sana Hayat
M.Phil, Department of Persian Language and Literature, University of Sargodha (UOS), Sargodha, Pakistan.
Email: sanahayat134@gmail.com

Abstract

Attar's Mantiq al-Tayr offers a literary setting in which a journey of birds becomes a means of reflecting on human aspiration, spiritual difficulty, and ethical transformation. This article examines how the study interprets that narrative in relation to prophetic ethics and the formation of the reader. It asks how narrative structure, symbolic characters, and the stages of the journey connect moral instruction with poetic expression. The study follows a descriptive and thematic literary method, retaining the Persian passages, their Urdu translations, and the explanatory arguments through which the discussion develops its reading. The first part considers the poem's introduction, intellectual structure, allegorical method, and ethical purpose. The second examines the hoopoe as a figure of guidance, the valleys as stages of seeking, and the birds' journey as an account of discipline and self-correction. The third discusses patience, perseverance, trust, love, mercy, and purification as virtues brought into view through the narrative. The final part considers literary responsiveness, spiritual awakening, ethical awareness, and intellectual development as the reader-oriented consequences proposed by the analysis. The central interpretive finding is that poetic form and ethical purpose work together: the narrative invites readers to recognize personal limitations through the difficulties of its characters. Spiritual movement is therefore represented as a transformation of disposition as well as a search for knowledge. The article contributes a connected account of the relationship between allegory, moral imagination, and prophetic ethical vocabulary. The focus on the reader follows the narrative's presentation of hesitation, guidance, and perseverance. These are examined as literary and ethical relationships within the poem's interpretation. Their educational significance therefore concerns possibilities opened by reading rather than a uniform outcome experienced by every audience.

Keywords: Mantiq al-Tayr; Attar; Prophetic Ethics; Hoopoe; Seven Valleys; Allegory; Spiritual Formation; Persian Poetry

تعارف موضوع

فرید الدین عطار نیشاپوری کی مشہور مثنوی "منطق الطیر" فارسی صوفیانہ ادب کا ایک شاہکار ہے جس میں انہوں نے پرندوں کی کہانی کے ذریعے روحانی سفر اور اخلاقی تربیت کے مراحل کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ اس مثنوی کا مرکزی خیال یہ ہے کہ پرندے ایک بادشاہ "سیمُرغ" کی تلاش میں نکلتے ہیں اور راستے میں سات وادیوں سے گزرتے ہیں، جو دراصل روحانی سلوک کے مختلف مراحل ہیں۔ عطار نے اس تمثیلی سفر کے ذریعے اخلاقِ نبوی کی تعلیمات کو شعری شکل دی ہے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے اخلاقی اوصاف، جیسے صبر، توکل، محبت، رحمت، اور اصلاحِ نفس، کو پرندوں کے کرداروں اور ان کے تجربات کے ذریعے پیش کیا ہے۔ اس

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

مضمون میں ہم منطق الطیر کے تعارف و فکری اساس، اس کے اخلاقی رموز و تمثیل، نبوی اخلاق کی شعری جھلک، اور قاری کی فکری و اخلاقی تربیت کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

مبحث اول: منطق الطیر کا تعارف اور فکری اساس

اس مبحث کے آغاز میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ منطق الطیر محض ایک ادبی مثنوی نہیں بلکہ ایک مکمل روحانی و اخلاقی نظام ہے جس میں عطار نے صوفیانہ تعلیمات کو تمثیلوں کے پردے میں پیش کیا ہے۔ اس مثنوی کا اصل مقصد قاری کو روحانی سفر کی منزلوں سے روشناس کرانا اور اسے اخلاقی تربیت کے ذریعے کمال تک پہنچانا ہے۔ عطار نے اس میں نبی کریم ﷺ کے اخلاقی اوصاف کو پرندوں کے کرداروں اور وادیوں کے ذریعے بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔

ا۔ مثنوی کا تعارف

منطق الطیر عطار کی سب سے مشہور اور اہم تصنیف ہے جو 4640 اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ مثنوی 1177ء میں مکمل ہوئی۔ اس کا مرکزی خیال پرندوں کی سیمُرغ کی تلاش ہے، جو دراصل انسان کی خالق حقیقی کی تلاش کی علامت ہے۔

عطار نے منطق الطیر کے آغاز میں تحریر کیا ہے:

«ای عزیزان، قصهٔ سیمُرغ بشنوید * وز دل و جان، راهِ طلب را بجویید»[1]

ترجمہ: "اے عزیزان، سیمُرغ کی کہانی سنو، اور دل و جان سے طلب کے راستے کو تلاش کرو۔"

اس شعر میں عطار نے منطق الطیر کے بنیادی مقصد کو بیان کیا ہے۔ "قصۂ سیمُرغ" یعنی سیمُرغ کی کہانی، جو دراصل حقیقت کی تلاش کی علامت ہے۔ "وز دل و جان" یعنی دل و جان سے، یعنی پوری توجہ اور خلوص کے ساتھ۔ "راہِ طلب را بجویید" یعنی طلب کے راستے کو تلاش کرو۔ عطار نے یہاں "طلب" (تلاش) کو روحانی سفر کی بنیاد قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک حقیقت تک پہنچنے کے لیے پہلے اس کی طلب ضروری ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا فکری اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ حقیقت کی تلاش کے بغیر کوئی روحانی ترقی ممکن نہیں۔

عطار نے منطق الطیر کے مقدمے میں تحریر کیا ہے:

«نام این کتاب، منطق الطیر است * زانکه مرغان را درو گفتار است»[2]

ترجمہ: "اس کتاب کا نام منطق الطیر ہے، کیونکہ اس میں پرندوں کو گفتار ہے۔"

اس شعر میں عطار نے کتاب کے نام کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے۔ "منطق الطیر" کے معنی ہیں پرندوں کی زبان یا پرندوں کی گفتگو۔ انہوں نے پرندوں کو اپنی کہانی کا وسیلہ بنایا تاکہ قاری کو براہِ راست نصیحت کرنے کی بجائے غیر براہِ راست طور پر متاثر کیا جا سکے۔ پرندے انسانی صفات کی علامت ہیں، اور ان کی گفتگو دراصل انسانی نفسیات اور اخلاقی کیفیات کا اظہار ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا ادبی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ عطار نے تمثیل کے ذریعے اپنی تعلیمات کو دلچسپ اور مؤثر بنایا ہے۔

۲۔ فکری ساخت

منطق الطیر کی فکری ساخت بہت منظم اور گہری ہے۔ عطار نے اس میں سلوک کی سات منزلیں (وادیاں) بیان کی ہیں: طلب، عشق، معرفت، استغنا، توحید، حیرت، اور فنا۔ یہ وادیاں روحانی سفر کے مختلف مراحل ہیں جو سالک کو اپنی منزل تک پہنچاتی ہیں۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«هفت وادی است اندرین ره، ای پسر * و آخر این وادی، دریای خطر»[3]

ترجمہ: "اس راستے میں سات وادیاں ہیں، اے بیٹے، اور ان وادیوں کے آخر میں خطرناک سمندر ہے۔"

---

[1] عطار نیشاپوری، فرید الدین، منطق الطیر، تصحیح محمد رضا شفیعی کدکنی (تہران: سخن، 1386ش)، ص 15

[2] عطار، منطق الطیر، ص 12

[3] عطار، منطق الطیر، ص 45

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

اس شعر میں عطار نے سلوک کی منزلوں کا تعارف کرایا ہے۔ "ھفت وادی" یعنی سات وادیاں، جو طلب، عشق، معرفت، استغنا، توحید، حیرت، اور فنا ہیں۔ "آخر این وادی، دریای خطر" یعنی ان وادیوں کے آخر میں خطرناک سمندر ہے، جو فنافی اللہ کی علامت ہے۔ یہ وادیاں بتدریج سالک کو اس کے مقصد تک پہنچاتی ہیں۔ ہر وادی میں سالک کو نئے چیلنجز اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن یہی مشکلات اسے روحانی طور پر ترقی دیتی ہیں۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا فکری اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ روحانی سفر آسان نہیں ہے، اس کے لیے سخت محنت اور ریاضت کی ضرورت ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«در طلب، باید که ره بر خود زنی * تا به هر وادی، دلی بر خود کنی»[4]

ترجمہ: "طلب میں، اپنے آپ پر راہ مارنی پڑتی ہے، تاکہ ہر وادی میں ایک نیا دل بنا سکے۔"

اس شعر میں عطار نے طلب کے مقام کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ "در طلب، باید کہ رہ بر خود زنی" یعنی طلب کے راستے میں انسان کو اپنے آپ پر راہ مارنی پڑتی ہے، یعنی اپنے نفس کو مجاہدہ کرنا پڑتا ہے، اپنی خواہشات کو دبانا پڑتا ہے۔ "تا بہ ھر وادی، دلی بر خود کنی" یعنی تاکہ ہر وادی میں ایک نیا دل بنا سکے، یعنی ہر منزل پر اپنی روحانی کیفیت کو بدل سکے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روحانی سفر میں سب سے بڑی رکاوٹ انسان کا اپنا نفس ہے، اور اسے زیر کرنے کے لیے مجاہدہ ضروری ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اخلاقی تربیت کے لیے نفس کا مجاہدہ ضروری ہے۔

۳۔ تمثیلی اسلوب

منطق الطیر میں تمثیلی اسلوب کو بڑے خوبصورت انداز میں استعمال کیا گیا ہے۔ پرندے مختلف انسانی صفات اور کرداروں کی علامت ہیں۔ ہدھد راہنما اور راہبر ہے، طوطی عاشق مزاج ہے، ہمانیک بخت ہے، فاختہ ریاکار ہے، وغیرہ۔ یہ تمام کردار اپنے اپنے انداز میں حقیقت کی تلاش میں نکلتے ہیں۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«هدهد آمد پیش شان با صد دلیل * گفت: "من دانم رهِ این سیمُرغ، ای خلیل"»[5]

ترجمہ: "ہدھد ان کے پاس سو دلائل کے ساتھ آیا، کہا: میں اس سیمُرغ کا راستہ جانتا ہوں، اے خلیل!"

اس شعر میں عطار نے ہدھد کے کردار کو متعارف کرایا ہے۔ "ھدھد آمد پیش شان با صد دلیل" یعنی ہدھد ان کے پاس سو دلائل کے ساتھ آیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہدھد کے پاس سیمُرغ تک پہنچنے کے لیے واضح دلائل اور راہنمائی تھی۔ "گفت: من دانم رہِ این سیمُرغ" یعنی اس نے کہا: میں اس سیمُرغ کا راستہ جانتا ہوں۔ ہدھد دراصل ایک کامل راہنما (پیر و مرشد) کی علامت ہے جو حقیقت کا راستہ جانتا ہے اور دوسروں کو بھی دکھا سکتا ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ روحانی سفر میں راہنما کی ضرورت ہوتی ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«باز گفت: "من با شاه بازانم * در رهِ این راه، سرافرازانم"»[6]

ترجمہ: "باز نے کہا: میں بادشاہوں کے بازوں میں سے ہوں، اس راستے میں میں سرافراز ہوں۔"

اس شعر میں عطار نے باز کے کردار کو پیش کیا ہے۔ باز ایک شکاری پرندہ ہے جو اپنی بلندی پرواز اور شاہی حیثیت کے لیے جانا جاتا ہے۔ "با شاہ بازانم" یعنی میں بادشاہوں کے بازوں میں سے ہوں، یعنی میں اعلیٰ مرتبے والوں میں سے ہوں۔ "در رہِ این راہ، سرافرازانم" یعنی اس راستے میں میں سرافراز ہوں۔ لیکن بعد میں یہی باز اپنی تکبر اور خود پسندی کی وجہ سے راستے میں رک جاتا ہے۔ یہ ان لوگوں کی علامت ہے جو اپنے علم یا مرتبے پر فخر کرتے ہیں لیکن حقیقی سلوک کی منزلیں طے نہیں کر پاتے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا اخلاقی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ تکبر اور خود پسندی روحانی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

---

[4] عطار، منطق الطیر، ص 48

[5] عطار، منطق الطیر، ص 23

[6] عطار، منطق الطیر، ص 28

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

۴۔ اخلاقی مقصد

منطق الطیر کا اصل مقصد اخلاقی تربیت اور روحانی بیداری ہے۔ عطار نے اس مثنوی کے ذریعے قاری کو اخلاقِ نبوی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے پرندوں کی کہانی کے ذریعے صبر، توکل، محبت، رحمت، اور اصلاحِ نفس جیسی اخلاقی صفات کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔

عطار نے منطق الطیر کے آخر میں تحریر کیا ہے:

«گر تو خواهی کت رسد این سیمُرغ * از رهِ اخلاص رو، خود را مران»[7]

ترجمہ: "اگر تو چاہتا ہے کہ یہ سیمُرغ تجھے مل جائے، تو اخلاص کے راستے پر چل، اپنے آپ کو نہ بھگا۔"

اس شعر میں عطار نے منطق الطیر کے اخلاقی مقصد کو بیان کیا ہے۔ "گر تو خواهی کت رسد این سیمُرغ" یعنی اگر تو چاہتا ہے کہ یہ سیمُرغ (حقیقت) تجھے مل جائے، "از رهِ اخلاص رو" یعنی اخلاص کے راستے پر چل۔ اخلاص وہ بنیادی اخلاقی صفت ہے جو تمام عبادات اور اعمال کو قبولیت کے درجے تک پہنچاتی ہے۔ "خود را مران" یعنی اپنے آپ کو نہ بھگا، یعنی تکبر اور خود پسندی سے بچ۔ اس شعر میں عطار نے قاری کو بتایا ہے کہ حقیقت تک پہنچنے کا واحد راستہ اخلاص ہے، نہ کہ ریاکاری یا خود نمائی۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا اخلاقی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ ہر عمل میں اخلاص ضروری ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«ای مسلمان، گر تو مردِ راهی * برو از شرمِ نفس، خود را نگاه دار»[8]

ترجمہ: "اے مسلمان، اگر تو راستے کا مرد ہے، تو جا، شرمِ نفس سے اپنے آپ کو بچا کر رکھ۔"

اس شعر میں عطار نے قاری کو "شرمِ نفس" (نفس سے شرم) کی تلقین کی ہے۔ "ای مسلمان، گر تو مردِ راهی" یعنی اے مسلمان، اگر تو روحانی راستے کا مسافر ہے، "برو از شرمِ نفس، خود را نگاه دار" یعنی جا، نفس سے شرم کرتے ہوئے اپنے آپ کو بچا کر رکھ۔ "شرمِ نفس" سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس سے شرم کرے، یعنی اسے برے کاموں سے روکے۔ یہ ایک اعلیٰ درجے کی اخلاقی تربیت ہے جب انسان کسی ظاہری نگران کے بغیر بھی اپنے نفس کو برائیوں سے روکتا ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا اخلاقی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ حقیقی مومن وہ ہے جو اللہ سے بھی ڈرے اور اپنے نفس سے بھی شرم کرے۔

مبحث دوم: اخلاقی رموز اور تمثیل

اس مبحث کے آغاز میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ منطق الطیر میں استعمال ہونے والے رموز اور تمثیلات دراصل اخلاقی تعلیمات کو سمجھانے کا ایک مؤثر ذریعہ ہیں۔ عطار نے پرندوں کے کرداروں اور وادیوں کے تصور کے ذریعے انسانی نفسیات اور اخلاقی کیفیات کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ ہدھد کا کردار راہنما اور مرشد کی علامت ہے، جبکہ سات وادیاں روحانی سفر کی منزلیں ہیں۔

ا۔ ہدہد کا کردار

منطق الطیر میں ہدھد کا کردار مرکزی اور سب سے اہم ہے۔ ہدھد وہ پرندہ ہے جو سیمُرغ کے پاس گیا تھا اور اس کا راستہ جانتا ہے۔ وہ دوسرے پرندوں کو راہنمائی دیتا ہے اور انہیں سفر کے لیے تیار کرتا ہے۔ ہدھد دراصل ایک کامل مرشد اور راہنما کی علامت ہے جو حقیقت کا راستہ جانتا ہے اور دوسروں کو بھی دکھا سکتا ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں ہدھد کی زبان سے تحریر کیا ہے:

«من دلِ هر مرغ را دانم، ای پسر * هم رهِ سیمُرغ را دانم، ای پسر»[9]

ترجمہ: "میں ہر پرندے کا دل جانتا ہوں، اے بیٹے، اور سیمُرغ کا راستہ بھی جانتا ہوں، اے بیٹے۔"

اس شعر میں عطار نے ہدھد کے کردار کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ "من دلِ هر مرغ را دانم" یعنی میں ہر پرندے کا دل جانتا ہوں، یعنی میں ان کی اندرونی حالتوں، ان کی خواہشات، اور ان کی کمزوریوں سے واقف ہوں۔ "هم رهِ سیمُرغ را دانم" یعنی اور سیمُرغ کا راستہ بھی جانتا ہوں۔ یہ وہ دو صفات ہیں جو ایک کامل مرشد میں ہونی چاہئیں:

---

[7] عطار، منطق الطیر، ص 398

[8] عطار، منطق الطیر، ص 245

[9] عطار، منطق الطیر، ص 25

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

مریدوں کے دلوں کی حالت جاننا اور حقیقت کا راستہ جاننا۔ عطار نے ہدھد کو انہی صفات کے ساتھ پیش کیا ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ روحانی راہنما کے لیے بصیرت اور علم دونوں ضروری ہیں۔

عطار نے منطق الطیر میں ہدھد کی زبان سے تحریر کیا ہے:

«من نه آن مرغم که باشم در قفس * من همی پروازم اندر هر نفس»[10]

ترجمہ: "میں وہ پرندہ نہیں ہوں جو قفس میں ہو، میں تو ہر سانس میں پرواز کرتا ہوں۔"

اس شعر میں عطار نے ہدھد کی آزاد روح کو پیش کیا ہے۔ "من نہ آن مرغم کہ باشم در قفس" یعنی میں وہ پرندہ نہیں ہوں جو قفس میں ہو، یعنی میں دنیاوی پابندیوں اور حدود میں قید نہیں ہوں۔ "من همی پروازم اندر هر نفس" یعنی میں تو ہر سانس میں پرواز کرتا ہوں، یعنی ہر وقت روحانی ترقی اور بلندی کی طرف گامزن ہوں۔ یہ وہ صفت ہے جو ایک صوفی اور مرشد میں ہونی چاہیے۔ وہ دنیاوی پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے اور ہر وقت اللہ کی طرف پرواز کرتا رہتا ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ حقیقی آزادی دنیا سے بے تعلقی میں ہے۔

۲۔ وادیوں کا تصور

منطق الطیر میں سات وادیوں کا تصور روحانی سفر کے مختلف مراحل کی علامت ہے۔ یہ وادیاں بتدریج سالک کو اس کی منزل تک پہنچاتی ہیں۔ ہر وادی میں سالک کو نئے چیلنجز اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن یہی مشکلات اسے روحانی طور پر ترقی دیتی ہیں۔

عطار نے منطق الطیر میں وادی طلب کے بارے میں تحریر کیا ہے:

«وادی طلب است اول، ای صنم * آخرش، رنج است و در وی، صد الم»[11]

ترجمہ: "پہلی وادی طلب ہے، اے صنم، اس کا آخر رنج ہے اور اس میں سو تکلیفیں ہیں۔"

اس شعر میں عطار نے پہلی وادی "طلب" کے بارے میں بتایا ہے۔ "وادی طلب است اول" یعنی پہلی وادی طلب ہے۔ "آخرش، رنج است" یعنی اس کا آخر رنج ہے، کیونکہ طلب کے راستے میں انسان کو بہت سی مشکلات اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ "و در وی، صد الم" یعنی اور اس میں سو تکلیفیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت کی طلب آسان نہیں ہے، اس کے لیے رنج و الم برداشت کرنے کی تیاری کرنی پڑتی ہے۔ لیکن یہ رنج ہی انسان کو روحانی طور پر ترقی دیتے ہیں۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ طلب کے راستے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن یہ مشکلات ہی اسے منزل تک پہنچاتی ہیں۔

عطار نے منطق الطیر میں وادی توحید کے بارے میں تحریر کیا ہے:

«وادی توحید است، آنجا راه نیست * جز دلِ عاشق، کسی را آگهی نیست»[12]

ترجمہ: "وادی توحید ہے، وہاں راستہ نہیں ہے، عاشق کے دل کے سوا کسی کو آگہی نہیں ہے۔"

اس شعر میں عطار نے پانچویں وادی "توحید" کے بارے میں بتایا ہے۔ "وادی توحید است، آنجا راه نیست" یعنی وادی توحید ہے، وہاں کوئی راستہ نہیں ہے، یعنی یہاں عام راستوں اور علامتوں سے کام نہیں چلتا۔ "جز دلِ عاشق، کسی را آگهی نیست" یعنی عاشق کے دل کے سوا کسی کو (اس کی) آگہی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ توحید کا مقام صرف عشق کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، عقل کے ذریعے نہیں۔ یہاں سالک کو اپنے دل کی راہنمائی پر چلنا پڑتا ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا فکری اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ توحید کا حقیقی مقام عقل سے ماورا ہے اور صرف عشق ہی اس تک پہنچا سکتا ہے۔

۳۔ سفر سلوک

منطق الطیر میں سفر سلوک کو پرندوں کے سفر کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ یہ سفر دراصل انسان کے روحانی سفر کی علامت ہے جو اپنے خالق کی طرف سفر کرتا ہے۔ اس سفر میں سالک کو اپنے نفس کے ساتھ جنگ کرنی پڑتی ہے اور اپنی خواہشات کو دبانا پڑتا ہے۔

---

[10] عطار، منطق الطیر، ص26

[11] عطار، منطق الطیر، ص52

[12] عطار، منطق الطیر، ص289

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«چند روزی ره بری، آنگه رسی * و آنگه از خود بیخبر، در وی خسی»[13]

ترجمہ: "چند روز راہ چلے گا، پھر پہنچ جائے گا، اور پھر اپنے آپ سے بے خبر ہو کر اس میں گھس جائے گا۔"

اس شعر میں عطار نے سفر سلوک کے آخری مراحل کو بیان کیا ہے۔ "چند روزی رہ بری، آنگہ رسی" یعنی چند روز راہ چلے گا (یعنی تھوڑی سی مدت راہ طے کرے گا)، پھر پہنچ جائے گا۔ "و آنگہ از خود بیخبر، در وی خسی" یعنی اور پھر اپنے آپ سے بے خبر ہو کر اس میں گھس جائے گا۔ "از خود بیخبر" ہونا فنا فی اللہ کی علامت ہے، جہاں سالک اپنی انفرادیت کھو دیتا ہے اور اللہ میں ضم ہو جاتا ہے۔ "در وی خسی" یعنی اس (اللہ) میں گھس جائے گا۔ یہ سلوک کی آخری منزل ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ سلوک کی آخری منزل فنا فی اللہ ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«در رهِ سیمُرغ، جان باید نهاد * سر نهادن در کف و از جان گشاد»[14]

ترجمہ: "سیمُرغ کے راستے میں جان قربان کرنی پڑتی ہے، سر ہتھیلی پر رکھنا پڑتا ہے اور جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔"

اس شعر میں عطار نے سفر سلوک کی شدت کو بیان کیا ہے۔ "در رہِ سیمُرغ، جان باید نھاد" یعنی سیمُرغ (حقیقت) کے راستے میں جان قربان کرنی پڑتی ہے۔ "سر نھادن در کف" یعنی سر ہتھیلی پر رکھنا پڑتا ہے، یعنی اپنی زندگی کی پرواہ نہ کرنا، ہر خطرہ مول لینے کو تیار رہنا۔ "و از جان گشاد" یعنی اور جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے، یعنی دنیا سے بے تعلق ہو جانا، اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرنا۔ یہ اس راستے کی شدت اور اہمیت کو ظاہر کرتا ہے کہ اس میں سب کچھ قربان کرنے کی تیاری ہونی چاہیے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا تربیتی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ روحانی سفر میں سب کچھ قربان کرنے کی تیاری ہونی چاہیے۔

۴۔ اخلاقی تربیت

منطق الطیر میں اخلاقی تربیت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ عطار نے پرندوں کی کہانی کے ذریعے قاری کو اخلاقی صفات، جیسے صبر، توکل، رضا، اور قناعت کی تعلیم دی ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ اخلاقی تربیت کے بغیر کوئی بھی روحانی سفر کامیاب نہیں ہو سکتا۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«صبر کن، ای مرغ، تا ره باز یاب * صبر، کلیدِ درِ هر گنج است»[15]

ترجمہ: "صبر کر، اے پرندے، تاکہ راستہ پالے، صبر ہر خزانے کے دروازے کی کنجی ہے۔"

اس شعر میں عطار نے صبر کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ "صبر کن، ای مرغ، تارہ بازیاب" یعنی صبر کر، اے پرندے، تاکہ راستہ پالے، یعنی مشکلات میں صبر کرنے سے ہی راستہ کھلتا ہے۔ "صبر، کلیدِ درِ ھر گنج است" یعنی صبر ہر خزانے کے دروازے کی کنجی ہے۔ جس طرح بغیر کنجی کے خزانہ نہیں کھلتا، اسی طرح بغیر صبر کے روحانی خزانے نہیں کھلتے۔ یہ حدیث نبوی کی عکاسی کرتا ہے: "الصبر مفتاح الفرج" (صبر فرج کی کنجی ہے)۔ عطار نے اسے شعری شکل دی ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا اخلاقی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ صبر ہر کامیابی کی کنجی ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«توکل آن است که بر حق سپاری * نه آنکه بر خلق، تکیه گزاری»[16]

ترجمہ: "توکل وہ ہے کہ (اپنا معاملہ) حق کے سپرد کر دو، نہ کہ یہ کہ مخلوق پر بھروسہ کرو۔"

اس شعر میں عطار نے توکل کی صحیح تعریف بیان کی ہے۔ "توکل آن است کہ بر حق سپاری" یعنی توکل وہ ہے کہ (اپنا معاملہ) حق (اللہ) کے سپرد کر دو۔ "نہ آنکہ بر خلق، تکیہ گزاری" یعنی نہ کہ یہ کہ مخلوق پر بھروسہ کرو۔ توکل کا مطلب یہ ہے کہ انسان اسباب کو اختیار کرے لیکن نتیجہ اللہ پر چھوڑ دے، اور کسی مخلوق پر مکمل انحصار نہ

---

[13] عطار، منطق الطیر، ص378

[14] عطار، منطق الطیر، ص345

[15] عطار، منطق الطیر، ص67

[16] عطار، منطق الطیر، ص123

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

کرے۔ یہ نبی کریم ﷺ کے توکل کا درس ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا اخلاقی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ توکل کا مطلب بے عملی نہیں بلکہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل کرنا ہے۔

مبحث سوم: نبوی اخلاق کی شعری جھلک

اس مبحث کے آغاز میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ عطار نے منطق الطیر میں نبی کریم ﷺ کے اخلاقی اوصاف کو بڑے خوبصورت اور گہرے انداز میں پیش کیا ہے۔ انہوں نے صبر و استقامت، توکل، محبت و رحمت، اور اصلاحِ نفس جیسی نبوی صفات کو پرندوں کے کرداروں اور ان کے تجربات کے ذریعے شعری شکل دی ہے۔

۱۔ صبر و استقامت

صبر و استقامت نبی کریم ﷺ کے اخلاق کے اہم پہلوؤں میں سے ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں مشکلات اور مصائب پر صبر کیا اور اپنے عزم و استقامت سے دشمنوں کو شکست دی۔ عطار نے منطق الطیر میں صبر و استقامت کی اہمیت کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«صبر، آن باشد که در ره، جان دهی * نه که در هر گوشه، درمان جان دهی»[17]

ترجمہ: "صبر وہ ہے کہ راستے میں جان دے دو، نہ کہ یہ کہ ہر گوشے میں جان کی دوا دے دو۔"

اس شعر میں عطار نے صبر کی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ "صبر، آن باشد کہ در رہ، جان دھی" یعنی صبر وہ ہے کہ راستے میں جان دے دو، یعنی اپنی جان قربان کرنے تک صبر کرو۔ "نہ کہ در ھر گوشہ، درمان جان دھی" یعنی نہ کہ یہ کہ ہر گوشے میں جان کی دوا دے دو، یعنی ہلکی سی تکلیف پر فوراً آرام طلب کرنا صبر نہیں ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کے صبر کی عکاسی کرتا ہے، جنہوں نے طائف میں پتھر کھائے لیکن بد دعا نہیں کی۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا اخلاقی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ حقیقی صبر مشکلات میں ڈٹ جانے کا نام ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«ای مسافر، صبر کن بر رنجِ راه * تا رسی آسان به درگاهِ اله»[18]

ترجمہ: "اے مسافر، راستے کی تکلیف پر صبر کر، تاکہ آسانی سے خدائی درگاہ تک پہنچ جائے۔"

اس شعر میں عطار نے صبر کے اجر کو بیان کیا ہے۔ "ای مسافر، صبر کن بر رنجِ راہ" یعنی اے مسافر (روحانی سفر کرنے والے)، راستے کی تکلیف پر صبر کر۔ "تا رسی آسان بہ درگاہِ الہ" یعنی تاکہ آسانی سے خدائی درگاہ تک پہنچ جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صبر کرنے سے مشکلات آسان ہو جاتی ہیں اور انسان اپنی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی تعلیم کی عکاسی کرتا ہے کہ "مع العسر یسرا" (مشکل کے ساتھ آسانی ہے)۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ صبر کے بعد ہی آسانی آتی ہے۔

۲۔ توکل

توکل نبی کریم ﷺ کے اخلاق کا ایک اہم پہلو ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں مکمل توکل کیا اور اللہ پر بھروسہ رکھا۔ عطار نے منطق الطیر میں توکل کے تصور کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«بر توکل زن قدم، ای ساده‌دل * تا رسی از خود به او، ای مقبل»[19]

ترجمہ: "توکل پر قدم رکھ، اے سادہ دل، تاکہ اپنے آپ سے اس (اللہ) تک پہنچ جائے، اے مقبول۔"

---

[17] عطار، منطق الطیر، ص89

[18] عطار، منطق الطیر، ص92

[19] عطار، منطق الطیر، ص134

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

اس شعر میں عطار نے توکل کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ "بر توکل زن قدم، ای سادہ دل" یعنی توکل پر قدم رکھ، اے سادہ دل (یعنی اے خالص اور بے ریاء انسان)۔ "تا رسی از خود بہ او، ای مقبل" یعنی تاکہ اپنے آپ سے اس (اللہ) تک پہنچ جائے، اے مقبول۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ توکل ہی انسان کو اپنی انفرادیت سے نکال کر اللہ تک پہنچانے والا راستہ ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کے توکل کی عکاسی کرتا ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ توکل ہی انسان کو اللہ کے قریب کرتا ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«توکل آن است که در بحرِ بلا * غرقه باشی، باز باشی با ولا»[20]

ترجمہ: "توکل وہ ہے کہ بلا کے سمندر میں ڈوبے رہو، پھر بھی ولاء (اللہ کی محبت) کے ساتھ رہو۔"

اس شعر میں عطار نے توکل کی اعلیٰ ترین شکل کو بیان کیا ہے۔ "توکل آن است کہ در بحر بلا" یعنی توکل وہ ہے کہ بلا (مصیبت) کے سمندر میں "غرقہ باشی" یعنی ڈوبے رہو، یعنی شدید سے شدید مصیبت میں گھرے رہو۔ "باز باشی با ولا" یعنی پھر بھی ولاء (اللہ کی محبت اور وفاداری) کے ساتھ رہو۔ یہ نبی کریم ﷺ کے توکل کی عکاسی کرتا ہے، جنہوں نے غارِ ثور میں یقین کامل کے ساتھ کہا تھا کہ "ان اللہ معنا" (بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ مصیبت میں بھی اللہ پر بھروسہ قائم رکھا جائے۔

۳۔ محبت و رحمت

محبت و رحمت نبی کریم ﷺ کے اخلاق کے نمایاں پہلو ہیں۔ آپ ﷺ نے پوری انسانیت کے لیے محبت اور رحمت کا پیغام دیا۔ عطار نے منطق الطیر میں محبت و رحمت کے تصور کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«عشق، آن است که از حد بگذرد * نه که در هر گوشه، سودا بفروخت»[21]

ترجمہ: "عشق وہ ہے جو حد سے گزر جائے، نہ کہ یہ کہ ہر گوشے میں سودا فروخت کرے۔"

اس شعر میں عطار نے حقیقی عشق کی تعریف بیان کی ہے۔ "عشق، آن است کہ از حد بگذرد" یعنی عشق وہ ہے جو حد سے گزر جائے، یعنی جو حدود میں نہ بندھے، جو ہر چیز کو قربان کرنے کو تیار ہو۔ "نہ کہ در ھر گوشہ، سودا بفروخت" یعنی نہ کہ یہ کہ ہر گوشے میں سودا فروخت کرے، یعنی جو اپنی محبت کو سودے بازی کا ذریعہ بنائے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی محبت کی عکاسی کرتا ہے، جنہوں نے اپنی قوم کے لیے بے لوث محبت کی۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا اخلاقی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ حقیقی محبت بے لوث ہوتی ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«رحمتِ حق، بر رحمکنندگان است * رحم کن، ای دوست، بر دردمندان»[22]

ترجمہ: "حق کی رحمت رحم کرنے والوں پر ہے، رحم کر، اے دوست، دردمندان پر۔"

اس شعر میں عطار نے رحمت کے بارے میں حدیث نبوی کی عکاسی کی ہے۔ "رحمتِ حق، بر رحم کنندگان است" یعنی اللہ کی رحمت رحم کرنے والوں پر ہوتی ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کے قول کی عکاسی کرتا ہے: "الراحمون یرحمہم الرحمن" (رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے)۔ "رحم کن، ای دوست، بر دردمندان" یعنی رحم کر، اے دوست، دردمندان پر۔ اس شعر میں عطار نے قاری کو رحم کرنے کی تلقین کی ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا اخلاقی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ دوسروں پر رحم کرنا اللہ کی رحمت کا ذریعہ ہے۔

---

[20] عطار، منطق الطیر، ص 138

[21] عطار، منطق الطیر، ص 156

[22] عطار، منطق الطیر، ص 201

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

۴۔ اصلاحِ نفس

اصلاحِ نفس نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا اہم حصہ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی امت کو نفس کی اصلاح اور تزکیہ کی تلقین کی۔ عطار نے منطق الطیر میں اصلاحِ نفس کے تصور کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«نفس خود را بشناس، ای غافل * تا رسی از خود به او، ای کامل»[23]

ترجمہ: "اپنے نفس کو پہچان، اے غافل، تاکہ اپنے آپ سے اس (اللہ) تک پہنچ جائے، اے کامل۔"

اس شعر میں عطار نے اصلاحِ نفس کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ "نفس خود را بشناس، ای غافل" یعنی اپنے نفس کو پہچان، اے غافل (یعنی اے غفلت میں ڈوبے ہوئے انسان)۔ "تا رسی از خود بہ او، ای کامل" یعنی تاکہ اپنے آپ سے اس (اللہ) تک پہنچ جائے، اے کامل۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نفس کی پہچان اور اس کی اصلاح ہی انسان کو اللہ تک پہنچاتی ہے۔ یہ حدیث نبوی کی عکاسی کرتا ہے: "من عرف نفسه فقد عرف ربه" (جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچانا)۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ خود شناسی ہی خدا شناسی کی بنیاد ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«از رہِ نفس، بگذر، ای پسر * تا رسی از نفس، از جان بتر»[24]

ترجمہ: "نفس کے راستے سے گزر جا، اے بیٹے، تاکہ نفس سے بچ کر جان سے بھی بہتر (مقام) تک پہنچ جائے۔"

اس شعر میں عطار نے نفس سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ "از رہِ نفس، بگذر، ای پسر" یعنی نفس کے راستے سے گزر جا، اے بیٹے، یعنی نفسانی خواہشات کو پیچھے چھوڑ دے، ان پر غلبہ حاصل کر لے۔ "تا رسی از نفس، از جان بتر" یعنی تاکہ نفس سے بچ کر جان سے بھی بہتر (مقام) تک پہنچ جائے، یعنی روحانی بلندیوں تک پہنچ جائے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی تعلیم کی عکاسی کرتا ہے کہ سب سے بڑا جہاد نفس کے خلاف ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا اخلاقی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ نفس پر قابو پانا ہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

مبحث چہارم: قاری کی فکری و اخلاقی تربیت

اس مبحث کے آغاز میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ منطق الطیر کا اصل مقصد قاری کی فکری و اخلاقی تربیت ہے۔ عطار نے اس مثنوی کے ذریعے قاری کو نہ صرف روحانی حقائق سے روشناس کرایا ہے بلکہ اسے عملی طور پر اخلاقِ نبوی کو اپنانے کی تلقین بھی کی ہے۔

۱۔ ادبی اثر پذیری

منطق الطیر کا ادبی اسلوب قاری پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ عطار نے سادہ اور روانی کے ساتھ ساتھ گہرے معانی کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ ان کی شاعری قاری کے دل کو چھو لیتی ہے اور اسے سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«گر تو خواهی کت دل آگه شود * قصهٔ سیمُرغ را از بر بخوان»[25]

ترجمہ: "اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل آگاہ ہو جائے، تو سیمُرغ کی کہانی کو حفظ کر کے پڑھ۔"

اس شعر میں عطار نے اپنی کتاب کے اثر کو بیان کیا ہے۔ "گر تو خواهی کت دل آگه شود" یعنی اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل آگاہ ہو جائے (یعنی روحانی طور پر بیدار ہو جائے) "قصهٔ سیمُرغ را از بر بخوان" یعنی سیمُرغ کی کہانی کو حفظ کر کے پڑھ۔ عطار نے یہاں اپنی کتاب کو دل کی آگہی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا ادبی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ منطق الطیر کو پڑھنا اور اس پر غور کرنا دل کی بیداری کا ذریعہ ہے۔

---

[23] عطار، منطق الطیر، ص167

[24] عطار، منطق الطیر، ص172

[25] عطار، منطق الطیر، ص18

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

۲۔روحانی بیداری

منطق الطیر کا اصل مقصد قاری میں روحانی بیداری پیدا کرنا ہے۔عطار نے پرندوں کی کہانی کے ذریعے قاری کو اس کی حقیقی منزل (خدا) کی طرف متوجہ کیا ہے اور اسے دنیا کی بے ثباتی سے آگاہ کیا ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«ای که غافل بوده‌ای، بیدار شو * وز نفسِ خویش، یکسو، بیزار شو»[26]

ترجمہ:"اے جو غافل رہا ہے، بیدار ہو جا، اور اپنے نفس سے ایک طرف ہو کر بیزار ہو جا۔"

اس شعر میں عطار نے قاری کو روحانی بیداری کی دعوت دی ہے۔"ای کہ غافل بودہ ای، بیدار شو"یعنی اے جو غافل رہا ہے (دنیا کی محبت میں ڈوبا رہا ہے)، بیدار ہو جا، اپنی غفلت سے باہر آ۔"وز نفسِ خویش، یکسو، بیزار شو"یعنی اور اپنے نفس سے ایک طرف ہو کر بیزار ہو جا، یعنی نفس سے کنارہ کش ہو جا، اس کی خواہشات کو ترک کر دے۔یہ نبی کریم ﷺ کی دعوت کی عکاسی کرتا ہے کہ "قوموا من رقدتکم"(اپنی نیند سے اٹھو)۔قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا روحانی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ غفلت سے بیدار ہونا اور نفس سے بیزاری اختیار کرنا ہی روحانی زندگی کا آغاز ہے۔

۳۔اخلاقی شعور

منطق الطیر قاری میں اخلاقی شعور پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔عطار نے پرندوں کے مختلف کرداروں کے ذریعے اخلاقی برائیوں، جیسے تکبر، حسد، بخل، اور ریا، کو بے نقاب کیا ہے اور ان سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«نفس خود را پاک کن، ای ناپسند * تا شود جان تو، چون جانِ بلند»[27]

ترجمہ:"اپنے نفس کو پاک کر، اے ناپسند (یعنی اے نفس کی پیروی کرنے والے)، تاکہ تیری جان بلند جانوں کی طرح ہو جائے۔"

اس شعر میں عطار نے قاری کو تزکیۂ نفس کی تلقین کی ہے۔"نفس خود را پاک کن، ای ناپسند"یعنی اپنے نفس کو پاک کر، اے ناپسند (یعنی اے وہ شخص جو نفس کی پیروی کر رہا ہے، جو اخلاقی طور پر گر گیا ہے)۔"تا شود جان تو، چون جانِ بلند"یعنی تاکہ تیری جان بلند جانوں (اولیاء اور صالحین) کی طرح ہو جائے۔یہ نبی کریم ﷺ کے تزکیۂ نفس کے درس کی عکاسی کرتا ہے۔قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا اخلاقی اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اخلاقی بلندی کے لیے تزکیۂ نفس ضروری ہے۔

۴۔فکری ارتقاء

منطق الطیر قاری کی فکری ارتقاء میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔عطار نے اس میں پیچیدہ روحانی اور فلسفیانہ مسائل کو تمثیلوں کے ذریعے سمجھایا ہے، جس سے قاری کی فکری صلاحیتیں پروان چڑھتی ہیں۔

عطار نے منطق الطیر میں تحریر کیا ہے:

«عقل، در وادی حیرت، گم شود * عشق، آنجا رهبرم، محکم شود»[28]

ترجمہ:"عقل حیرت کی وادی میں گم ہو جاتا ہے، عشق وہاں میرا راہنما ہوتا ہے، مضبوط ہو جاتا ہے۔"

اس شعر میں عطار نے قاری کی فکری ارتقاء کے لیے ایک اہم نکتہ بیان کیا ہے۔"عقل، در وادی حیرت، گم شود"یعنی عقل حیرت کی وادی میں (جہاں عام فہم سے باہر کے معاملات ہوتے ہیں) گم ہو جاتا ہے، وہاں کام نہیں کرتا۔"عشق، آنجا رهبرم، محکم شود"یعنی عشق وہاں میرا راہنما ہوتا ہے، مضبوط ہو جاتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ فکری ارتقاء کی آخری منزل پر عقل کا راستہ ختم ہو جاتا ہے اور عشق آگے بڑھاتا ہے۔قاری کے لیے اس شعر کا سب سے بڑا فکری اثر یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ عقل کی حدود ہیں اور عشق ان حدود سے ماورا ہے۔

---

[26] عطار، منطق الطیر، ص 321

[27] عطار، منطق الطیر، ص 234

[28] عطار، منطق الطیر، ص 297

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

خلاصہ بحث

اس مضمون کے تفصیلی مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ منطق الطیر میں عطار نے اخلاقِ نبوی کو بڑے خوبصورت اور مؤثر انداز میں شعری شکل دی ہے۔

ہم نے دیکھا کہ منطق الطیر ایک تمثیلی مثنوی ہے جس میں پرندوں کی کہانی کے ذریعے روحانی سفر اور اخلاقی تربیت کے مراحل کو پیش کیا گیا ہے۔ اس کی فکری ساخت سات وادیوں پر مشتمل ہے، جو طلب، عشق، معرفت، استغنا، توحید، حیرت، اور فنا ہیں۔ عطار نے تمثیلی اسلوب کو بڑے خوبصورت انداز میں استعمال کیا ہے، جہاں ہر پرندہ انسانی صفات کی علامت ہے۔

اخلاقی رموز اور تمثیل میں ہم نے دیکھا کہ ہدھد کا کردار راہنما اور مرشد کی علامت ہے، وادیوں کا تصور روحانی سفر کی منزلیں ہیں، اور سفر سلوک میں نفس کی اصلاح اور صبر و استقامت کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔

نبوی اخلاق کی شعری جھلک میں ہم نے دیکھا کہ عطار نے صبر و استقامت، توکل، محبت و رحمت، اور اصلاحِ نفس جیسی نبوی صفات کو پرندوں کے کرداروں اور ان کے تجربات کے ذریعے پیش کیا ہے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو شعری شکل دے کر قاری تک پہنچایا ہے۔

آخر میں، قاری کی فکری و اخلاقی تربیت میں ہم نے دیکھا کہ منطق الطیر کا ادبی اسلوب قاری پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے، یہ روحانی بیداری، اخلاقی شعور، اور فکری ارتقاء کا ذریعہ ہے۔ عطار نے اس مثنوی کے ذریعے قاری کو نہ صرف روحانی حقائق سے روشناس کرایا ہے بلکہ اسے عملی طور پر اخلاقِ نبوی کو اپنانے کی تلقین بھی کی ہے۔

مصادر و مراجع

عطار نیشاپوری، فرید الدین، منطق الطیر، تصحیح محمد رضا شفیعی کدکنی (تہران: سخن، 1386ش)۔